اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر جگہ ہے تو مزار پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟

دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:FSD-10122 تاریخ:28-07-2026

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قدرت ہر جگہ موجود ہے، تو پھر مزار پر جاکر دعا مانگنے یا وہاں جاکر ان کا وسیلہ پیش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ گھر بیٹھے بھی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اولیائے کرام کا وسیلہ پیش کر کے دعا کی جاسکتی ہے۔ رہنمائی فرمائیں کہ ان کا ایسا کہنا کیسا؟ اور کیا واقعی مزارات پر جانے کی حاجت نہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت ہر جگہ عام ہے، وہ ہر مقام سے اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا بھی ہے اور قبول فرمانے پر بھی قادر ہے، اس لیے گھر، مسجد یا کسی بھی مقام پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا بلاشبہ جائز اور باعثِ خیر و برکت ہے۔ لیکن اس سے ہر گز یہ لازم نہیں آتا کہ تمام مقامات فضیلت، برکت، تجلیاتِ رحمت اور قبولیتِ دعا کے اعتبار سے یکساں ہیں، بلکہ قرآن و حدیث سے یہ امر واضح طور پر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت و حکمت سے بعض اوقات، بعض اشخاص اور بعض مقامات کو خصوصی فضائل و برکات سے ممتاز فرمایا ہے، اسی بناء پر جمعۃ المبارک کی مخصوص گھڑیوں، خاص راتوں، یونہی مسجد حرام، مسجد نبوی، مستجاب، ملتزم، مقامِ ابراہیم، عرفات، منیٰ، مزدلفہ اور

دیگر متبرک مقامات پر حاضر ہو کر عبادت و دعا کرنا زیادہ فضیلت و برکت کا باعث اور جلد قبولیتِ دعا کا ذریعہ ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے دعاؤں کو سنتا ہے، **اسی طرح انبیاء و مرسلین، صحابہ و تابعین اور اولیاء و صالحین (علیہم الصلاۃ والسلام و رحمۃ اللہ علیہم) کی عبادت گاہیں اور مزارات اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں اور انوار و تجلیات کے خصوصی مظاہر اور خیر و برکت اور روحانی فیوض کے حصول کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں،** کیونکہ صالحین کے مزارات بھی عموماً وہیں پر ہوتے ہیں، جہاں انہوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارا ہوتا ہے، **یہی وجہ ہے کہ ان مقدس مقامات** پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، درودِ پاک پڑھنا، ایصالِ ثواب کرنا اور ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا، شرعی لحاظ سے نہ صرف جائز، بلکہ مستحسن، باعثِ برکت اور اسلاف کا معمول رہا ہے۔

جہاں تک اس اعتراض کا معاملہ ہے کہ **جب اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت ہر جگہ موجود ہے تو پھر مزارات پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟**، تو جواب یہ ہے کہ یہ بات اصلاً ہی بے محل اور غلط ہے، کیونکہ مزارات پر حاضری کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ صرف وہیں دعا سنتا ہے یا گھر میں دعا قبول نہیں ہوتی، بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں کے مزارات اور ان سے منسوب مقامات پر خصوصی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی ہیں وہاں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، اس لیے ان مقامات پر حاضر ہو کر ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی جاتی ہیں، تاکہ ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے صدقے اللہ کریم ہمارے احوال پر بھی رحمت فرمائے اور ہمیں بھی اپنی خصوصی رحمت اور روحانی فیوض سے مستفید فرمائے۔

مزید یہ کہ صالحین کی عبادت گاہوں اور ان کے مزارات پر جانا اور وہاں دعا کرنا، محض بعد کے لوگوں کا عمل نہیں، بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم، بلکہ دیگر انبیائے کرام عَلَیْہِمُ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ کے مبارک عمل سے بھی ثابت ہے اور ہمیشہ سے صحابہ و تابعین، ائمۂ دین، محدثین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ صالحین کے مزارات پر حاضری دیتے، وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور ان کے وسیلے سے اپنی حاجات کے لیے دعا کرتے تھے اور پھر ان اہل اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی جناب سے اپنی حاجات پانے میں کامیاب بھی ہوتے تھے(تفصیل ذیل میں بیان کی جائے گی)۔ لہٰذا شرعی آداب کی رعایت کرتے ہوئے مزاراتِ اولیاء پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کرنی چاہییں کہ یہ روحانی و قلبی سکون کا بہترین ذریعہ اور حاجات پوری ہونے کا مجرب عمل ہے۔

دلائل ملاحظہ کیجیے:

صالحین کی عبادت گاہوں اور ان کے قرب میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام نے اس جگہ میں اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعا کی جہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر اللہ کا خصوصی فضل ہوتا تھا، غیبی رزق ملتا تھا اور جہاں آپ اللہ کی عبادت کیا کرتی تھیں، تو اللہ کریم نے آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں بیٹا عطا فرمایا، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ترجمہ: "اسی جگہ زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔" (سورۃ آل عمران، آیت 38)

آیتِ مبارکہ کے اسلوب پر غور کریں، تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے فقط حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر نہیں کیا، بلکہ اس حجرے اور مقام کا بھی ذکر فرمایا جہاں حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی، معلوم ہوا کہ جہاں اللہ والے رہتے ہوں، وہ مقام بھی عظمت و برکت والا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مذکورہ آیتِ مبارکہ کے تحت "صراط الجنان فی تفسیر القرآن" میں کئی مستند عربی تفاسیر کا خلاصہ یوں بیان کیا گیا: "حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جب اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھی تو وہیں یعنی بیتُ المقدس کی محراب میں دروازے بند کرکے پاکیزہ اولاد کی دعا مانگی... اس آیت سے چند چیزیں معلوم ہوئیں: **(1)**... جس جگہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں دعا مانگنی چاہیے، جیسے جس مقام پر حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کو غیب سے رزق ملتا تھا وہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی۔ اسی وجہ سے خانہ کعبہ اور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس اور مزاراتِ اولیاء پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔

(2)... علمائے کرام نے اس جگہ کو مقبولیت کے مقامات سے شمار کیا جہاں کسی کی دعا قبول ہوئی ہو۔ لہٰذا جہاں اولیائے کرام علیہم الرحمۃ کا وجود ہو یا جہاں وہ رہے ہوں، وہاں دعا کرنی چاہیے کیونکہ اولیاء بکثرت دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو جہاں وہ رہے ہوں گے وہاں دعائیں ضرور قبول ہوئی ہوں گی۔"

(صراط الجنان، جلد 1، صفحہ 470، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جس پتھر پر اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدم لگے، وہ پتھر اللہ کی بارگاہ میں اتنا عزت والا ہو گیا کہ لوگوں کو اس کے پاس عبادت کرنے کا حکم دیا گیا، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: ﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ ترجمہ: "اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔" **(سورۃ البقرۃ، آیت 125)**

معلوا ہوا کہ جب ایک پتھر کی نسبت اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے کے ساتھ ہو جائے، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بن جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ سے مقامِ ابراہیم کے پاس

نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر دین و دنیا کی بھلائیاں بھی پاتے ہیں۔

جہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اصحابِ کہف آرام فرما رہے ہیں، وہ مقام بھی برکت والا ہو گیا، اسی وجہ سے وہاں مسجد بنا دی گئی اور لوگ وہاں جا کر عبادت بھی کرتے اور دعا بھی مانگتے ہیں، حالانکہ اللہ کریم تو ہر جگہ سے سنتا ہے، چنانچہ ارشادِ رب العباد ہے: ﴿اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا﴾

ترجمۂ کنز العرفان: جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنا دو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے۔ (سورۃ الکہف، آیت 21)

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر نسفی میں ہے: "﴿لَنَتَّخِذَنَّ﴾ باب الکهف ﴿مَّسْجِدًا﴾ يصلي فيه المسلمون ويتبركون بمكانهم" یعنی: ایمان والوں نے کہا کہ ہم ضرور غار کے دروازے پر ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز بھی پڑھیں اور ان کے قرب والی جگہ سے برکتیں بھی حاصل کریں۔ (تفسیر نسفی، جلد2، صفحہ292، مطبوعہ دار الکلم، بیروت)

تفسیر صراط الجنان میں ہے: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔ قبروں کی زیارت سنت اور موجبِ ثواب ہے۔

(صراط الجنان، جلد 5، صفحہ 553، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے

جا کر دعا کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں خلفائے راشدین کا بھی یہی معمول تھا، چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں ہے:"كان النبي صلى الله عليه وسلم يأتي قبور الشهداء عند رأس الحول، فيقول: "السلام عليكم بما صبرتم، فنعم عقبى الدار"، قال: وكان أبو بكر، وعمر، وعثمان، يفعلون ذلك" ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سال کے شروع میں شہدائے اُحد کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور فرماتے:"السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار" راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان علیہم الرضوان بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ **(المصنف لعبد الرزاق، جلد 04، صفحہ 289، مطبوعہ دار التاصیل)**

اسی حدیث کو ائمہ تفسیر و حدیث، جیسے امام ابن جریر طبری رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے "جامع البیان فی تفسیر القرآن" میں، امام سیوطی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے "الدر المنثور فی التفسیر بالماثور" میں اور علامہ بدر الدین عینی رَحْمَۃُاللہ عَلَیْہ نے "عمدۃ القاری" میں بھی بیان کیا ہے۔

زیارتِ قبور کی تعلیم نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے خود ارشاد فرمائی، چنانچہ فرمایا:"كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها؛ فإنها تزهد في الدنيا، وتذكر الآخرة" یعنی: میں پہلے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے اور وہاں جانے سے منع کرتا تھا، لیکن اب تم زیارتِ قبور کے لیے جایا کرو، کیونکہ یہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا کرتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ، جلد 1، صفحہ 501، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ)

معلوم ہوا کہ اولیاء و صالحین کے مزارات پر جانا اور وہاں دعا مانگنا نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

صالحین کے مزارات پر حاضری کے متعلق اقوالِ ائمہ:

فقہائے احناف میں سے مفتی شام علامہ عبد الرحمٰن عمادی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات:

1051ھ) نے صالحین کی زیارت اور ان کی قیام گاہوں کی حاضری کو قبولیتِ دعا کے لیے مجرب جگہیں قرار دیا، چنانچہ لکھتے ہیں: "إن زيارة الصالحين من أقرب القربات وهي لاستمطار سحائب البركات ومن الأمور المجرّبات وقد أمرنا بالتّعرّض للنفحات ولا شك أن مواطنهم من أكبر مظنات إجابة الدعوات "یعنی: بے شک صالحین کی زیارت باعثِ ثواب اعمال میں سے بہت بلند درجہ عمل ہے، یہ ان اعمال میں سے ہے جن کے ذریعہ برکات کی بارش ہوتی ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن کا تجربہ بارہا ہو چکا ہے۔ ہمیں (ان کی برکات کے) عطیات کو حاصل کرنے کا حکم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی قیام گاہیں قبولیتِ دُعا کے سب سے بڑے مقامات میں سے تصور کی جاتی ہیں۔

(الروضة الريا فيمن دفن بداريا، مقدمه، صفحه 55،56، مطبوعه دارالمامون، دمشق)

یاد رہے! علامہ عمادی رَحْمَةُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مذکورہ کتاب دمشق کی ایک بستی "داریا" میں مدفون صالحین کے بارے میں لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ کن کن مقبولانِ بارگاہ ہستیوں کے یہاں مزارات ہیں۔ اسی بستی "داریا" کی نسبت سے علماء اپنے ناموں کے ساتھ دارانی لکھتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج الفاسی مالکی رَحْمَةُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ (سالِ وفات: 737ھ) نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "المدخل" میں بڑی حسنِ ترتیب اور تفصیل کے ساتھ زیارتِ قبور کے احکام بیان کیے، اس میں امام ابو عبداللہ بن نعمان رَحِمَہُ اللہ کی کتاب "سفينة النجاء لاهل الالتجاء" جو انہوں نے شیخ ابو النجار رَحِمَہُ اللہ کی کرامات کے بیان میں لکھی ہے، اس کے حوالے سے اولیاء و صالحین کے مزارات کی حاضری کے متعلق لکھتے ہیں: "أن زيارة قبور الصّالحين محبوبة لأجل التّبرّك مع الاعتبار فإن بركة الصّالحين جارية بعد مماتهم كما كانت في حياتهم والدّعاء عند قبور الصّالحين والتشفع بهم معمول به عند علمائنا المحققين من أئمة الدين "یعنی: حصولِ برکت کے لیے قبورِ صالحین کی زیارت محبوب عمل ہے، کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہیں اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہیں اور صالحین کی

قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمۂ دین اور علمائے محققین کا معمول رہا ہے۔

(المدخل، جلد2، صفحہ 255، مطبوعہ دار التراث)

مذکورہ عبارت نقل کرنے کے بعد صالحین کے مزارات کے لیے سفر کو مشروع قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "**من كانت له حاجة فليذهب إليهم وليتوسّل بهم** بقوله عليه الصلاة والسلام (لا يشد الرحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدي والمسجد الأقصي) انتهي. وقد قال الامام الجليل أبو حامد الغزالي في كتاب آداب السفر من كتاب الاحياء له ماهذا نصه. القسم الثاني وهو أن يسافر لأجل العبادة، إما لجهاد أو حج إلي أن قال: ويدخل في جملته زيارة قبور الأنبياء وقبور الصّحابة والتّابعين وسائر العلماء والأولياء وكل من يتبرّك بمشاهدته في حياته يتبرّك بزيارته بعد وفاته. ويجوز شدّ الرحال لهذا الغرض ولا يمنع من هذا، قوله صلي الله عليه وآله وسلم: (لاتشدّ الرِحال إلا لثلاثة مساجد المسجد الحرام ومسجدي والمسجد الأقصي) لأن ذلك في المساجد لأنها متماثلة بعد هذه المساجد والا فلا فرق بين زيارة الأنبياء، والأولياء، والعلماء في أصل الفضل، وإن كان يتفاوت في الدرجات تفاوتاً عظيماً بحسب اختلاف درجاتهم عند الله عزوجل" یعنی: جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے کہ وہ صالحین کی قبروں اور ان کے مقابر پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے۔ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا کسی طرف جانے کے لئے سامانِ سفر نہ باندھا جائے، مسجدِ حرام، میری مسجد اور مسجدِ اقصیٰ۔ امام غزالی رَحِمَہُ اللہ نے احیاء العلوم کے آدابِ سفر میں بیان کیا ہے کہ عبادات کے لیے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لیے اور اس کے بعد فرمایا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلام، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَامُ کی قبروں کے لیے سفر کرنا بھی اس عملِ خیر میں شامل ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی میں سفر کرنا، جائز ہے، اس کی موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے حدیث مبارکہ کہ "ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سامان سفر نہ باندھا جائے" میں اس مقصد کے لیے سفر کی ممانعت

نہیں، کیونکہ یہ حکم زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے مساجد کی طرف سفر کرنے سے متعلق ہے ان تینوں مساجد کے علاوہ دیگر تمام مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ ورنہ (اگر ہر سفر کو ناجائز کہا جائے) تو انبیاء عَلَیْہِم السَّلام، اولیاء اللہ اور علماء کی زیارت میں اصلاً کوئی فضلیت باقی نہیں رہے گی، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مقام و مرتبہ میں ان کے درجات کے مطابق بہت بڑا فرق ہے۔

(المدخل، جلد، صفحہ 255،256، مطبوعہ دار التراث)

اور علامہ ابنِ عابدین شامی دِمشقی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (وِصال: 1252ھ / 1836ء) اِس موضوع پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”هل تندب الرحلة لها كما اعتيد من الرحلة إلى زيارة خليل الرحمن وأهله وأولاده، وزيارة السيد البدوي وغيره من الأكابر الكرام؟ لم أر من صرح به من أئمتنا، ومنع منه بعض أئمة الشافعية إلا لزيارته صلى الله عليه وسلم قياسا على منع الرحلة لغير المساجد الثلاثة. ورده الغزالي بوضوح الفرق، ۔۔۔ وأما الأولياء فإنهم متفاوتون في القرب من الله تعالى، ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم. قال ابن حجر في فتاويه: ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كاختلاط الرجال بالنساء وغير ذلك لأن القربات لا تترك لمثل ذلك، بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع، بل وإزالتها إن أمكن“ ترجمہ: کیا زیارتِ قبور کے لیے سفر مستحب ہے، جیسا کہ خلیل الرحمن، اُن کے اہل و عیال، سید بدوی اور دیگر اکابر اولیائے کرام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے مزارات پر حاضری کا رواج ہے؟ میں نے اپنے ائمہ میں سے کسی کی تصریح نہیں دیکھی، البتہ بعض شافعی ائمہ نے زیارتِ درِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ دیگر قبور پر حاضری سے منع کیا ہے اور اِس کی بنیاد مساجدِ ثلاثہ کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر سے ممانعت والی روایت کو بنایا ہے، لیکن امام غزالی رَحِمَہُ اللہ نے دونوں کے درمیان واضح فرق بیان کرتے ہوئے شوافع کی اِس دلیل کا رد کیا ہے۔ بہر حال اولیائے کرام قربِ خداوندی کے مختلف درجات پر فائز ہوتے ہیں، نیز اپنی درگاہوں پر حاضر ہونے والے زائرین کو حسبِ معرفتِ الٰہی اور کشفِ اسرارِ خداوندی نفع بھی پہنچاتے ہیں۔ امام ابنِ حجر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے فتاویٰ (الفتاویٰ الكبرىٰ الفقهية) میں

فرمایا: مزارات پر ہونے والے غیر شرعی اُمور یا دیگر مفاسد مثلاً: عورتوں مردوں کے اختلاط کے سبب حاضریِ مزاراتِ اولیاء کو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا، کیونکہ نیکی کے کاموں کو اِس نوعیت کے غیر شرعی امور کے سبب اصلاً ترک نہیں کیا جاتا، بلکہ بندے کو چاہیے کہ نیکی کا کام جاری رکھے اور نت نئی خرابیوں کا سدِباب کرے، بلکہ جس حد تک ممکن ہو، قلع قمع کرے۔

(ردالمحتار، جلد 05، مطلب فی زیارۃ القبور، صفحہ 366، مطبوعہ دمشق)

مزاراتِ صالحین کے متعلق اسلاف کا عمل:

ہمیشہ سے جمہور امتِ مسلمہ کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ صالحین کی زیارت کو جاتے ہیں اور اگر وہ وصال فرما گئے ہوں تو پھر ان کے مزارات پر فیوضات و برکات کے حصول کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس عملِ صالح کو ناجائز و حرام قرار نہیں دیا، کیونکہ یہ عمل شروع سے ہی مشروع، نبی مکرم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کے عمل شریف سے ثابت اور صحابہ و تابعین اور اکابر ائمۂ دین کا معمول ہے۔ چنانچہ

(1) حضرت بلال بن حارث رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ خلافتِ فاروقی کے زمانے میں نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے اور براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بارش طلب کریں، چنانچہ مصنف ابنِ ابی شیبہ میں ہے: ”عن مالك الدار، قال: و كان خازن عمر على الطعام، قال: أصاب الناس قحط في زمن عمر، فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يارسول الله، استسق لأمتك فإنهم قد هلكوا، فاتاه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال: ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرھم انھم سیسقون “ترجمہ: حضرت مالک دار رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے، آپ حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی جانب سے غلے پر خازِن مقرر تھے، آپ بتاتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے مبارک زمانے میں قحط پڑ گیا، تو ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کی قبرِ مبارک پر حاضر ہو کر

آپ سے عرض گزار ہوا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش طلب کیجیے، بے شک وہ سب قحط کے سبب ہلاک ہوئے جا رہے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ عمر کے پاس جا کر اسے میرا سلام پہنچاؤ اور لوگوں کو خبر دو کہ بارش آنے والی ہے۔

(مصنف ابنِ ابی شیبہ، جلد6، صفحہ356، مطبوعہ ریاض)

(2) حضرت امیر حمزہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی قبرِ انور پر مزار و قبہ بنایا گیا تھا، مسلمان وہاں آکر زیارت بھی کیا کرتے اور وہاں سے برکتیں بھی پاتے تھے، چنانچہ امام شمس الدین سخاوی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 902ھ) لکھتے ہیں: "وجعل علی قبرہ قبۃ فھو یزار و یتبرک بہ" مفہوم واضح ہے۔

(التحفة اللطيفة في تاريخ المدينة الشريفة، جلد1، صفحہ 307، مطبوعہ بیروت)

(3) امام شافعی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہ جب بغداد میں ہوتے تھے، تو حصولِ برکت کی غرض سے امامِ اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور وہاں ان کے وسیلے سے دعا کیا کرتے تھے، چنانچہ خطیب بغدادی، علامہ ابن حجر ہیتمی اور علامہ ابن عابدین شامی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْھِم، وغیرہ ائمہ بیان کرتے ہیں، واللفظ للثانی: "لم یزل العلماء و ذوالحاجات یزورون قبرہ و یتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذالک منھم الامام الشافعی رحمہ اللہ لما کان ببغداد فانہ جاء عنہ انہ قال انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین و جئت الی قبرہ و سالت اللہ عندہ فتقضی سریعا" ترجمہ: ہمیشہ سے علماء اور حاجت مند لوگ امام اعظم رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مزار کی زیارت کرتے اور اپنی حاجتیں پوری کرنے کے لیے آپ کا وسیلہ پیش کرتے رہے ہیں اور اسے اپنے لیے باعث شرف سمجھتے ہیں، انہی علماء میں سے امام شافعی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ بھی ہیں، جن کے متعلق یہ بات مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: جب میں بغداد میں قیام پذیر تھا، تو امامِ اعظم رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے برکات کا حصول کرتا تھا۔ جب مجھے کوئی

حاجت وضرورت درپیش ہوتی، تو میں امام اعظم کے مزار پر آتا اور دو رکعتیں پڑھتا، پھر ان کی قبر مبارک پر حاضری دیتا اور وہاں اللہ پاک سے دعا کرتا، تو فوراً میری حاجت پوری ہو جاتی۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، صفحہ94، مطبوعہ بیروت)

غور کیا جائے تو یہ بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے کہ

اوّلاً: تو اس میں ایک جلیل القدر امام کی دوسرے امام کی قبر پر حاضری اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا ثبوت ہے۔

ثانیاً: یہ کہ ایسے متبرک مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، لہٰذا یہاں دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔

ثالثاً: یہ کہ مزارات کی حاضری اور وہاں سے حصولِ برکات کا نظریہ کوئی جدید نہیں، بلکہ قرونِ اولیٰ سے چلتا آرہا ہے۔

(4) مشہور محدّث امام ابنِ حبان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 354ھ) حضرت امام علی رضا بن موسیٰ کاظم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے مزار مبارک پر حاضر ہو کر وہاں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے، چنانچہ اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قد زرته مراراً كثيرة، وما حلّت بي شدّة في وقت مقامي بطوس، وزرت قبر علي بن موسي الرضا صلوات الله علي جده وعليه، ودعوت الله تعالي إزالتها عنّي إلا استجيب لي، وزالت عنّي تلك الشدّة وهذا شئ جرّبته مراراً فوجدته كذلك، أماتنا الله علي محبة المصطفي وأهل بيته صلي الله وسلم عليه وعليهم أجمعين“ یعنی: میں نے اُن کے مزار کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے، شہر طوس قیام کے دوران جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی تو حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری دے کر اللہ تعالیٰ سے وہ مشکل دور کرنے کی دعا کی، تو وہ دعا ضرور قبول ہوئی اور مشکل دور ہو گئی۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے میں نے بارہا آزمایا، تو اسی طرح پایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلِ

بیت کی محبت پر موت نصیب فرمائے۔

(کتاب الثقات، جلد8، صفحۃ 457، مطبوعہ دائرۃ المعارف، ھند)

(5) امام ابو الفرج ہندبائی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی قبر پر حاضری دیا کرتے تھے، پھر کچھ عرصہ ترک کی، تو خواب میں دوبارہ حاضری کی ترغیب دی گئی، چنانچہ

امام ابن عساکر رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 571ھ) لکھتے ہیں: "عن أبي الفرج الهندبائي يقول: كنت أزور قبر أحمد بن حنبل فتركته مدة، فرأيت في المنام قائلاً يقول لي: لم تركت زيارة قبر إمام السنة" یعنی: حضرت ابو الفرج ہندبائی فرماتے ہیں کہ میں اکثر امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی قبر کی زیارت کیا کرتا تھا، پھر ایک عرصہ تک میں نے زیارت کرنا چھوڑ دیا، تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے: تو نے امام السنۃ (امام احمد بن حنبل) کی قبر کی زیارت کو کیوں ترک کیا؟ **(تاریخ مدینۃ دمشق، جلد5، صفحہ 333، مطبوعہ دار الفکر)**

معلوم ہوا کہ صالحین کی قبور کی حاضری مستحسن و محبوب عمل ہے، اسی وجہ سے اسے چھوڑنے پر بذریعہ خواب دوبارہ ترغیب دی گئی۔

(6) امام بُخاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے وِصال کے تقریباً200 سال بعد سمرقند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا، لوگوں نے بارہا نماز استسقاء پڑھی اور دعائیں مانگیں لیکن بارش نہ ہوئی، پھر ایک نیک شخص شہر کے قاضی کے پاس گیا اور اُسے مشورہ دیا کہ تم شہر کے لوگوں کو لے کر امام بُخاری کی قبر پر جاؤ اور وہاں جا کر اللہ پاک سے بارش کی دعا مانگو، قاضی نے یہ مشورہ قبول کیا اور لوگوں کے ساتھ امام بُخاری کی قبر پر آیا اور امام بُخاری کے وسیلے سے دعائیں کیں، اُسی وقت بارش شروع ہو گئی اور سات دن تک مسلسل اِتنی بارش ہوئی کہ لوگوں کے لیے مقام "خرتنک" سے "سمرقند" تک پہنچنا بھی مشکل ہو گیا، چنانچہ امام ذہبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لکھتے ہیں: "أري أن تخرج ويخرج الناس معك إلي قبر الإمام محمد بن إسماعيل البخاري، وقبره بخرتنك، ونستسقي عنده فعسي الله أن يسقينا.

قال: فقال القاضي: نعم، ما رأيت. فخرج القاضي والناس معه، **<u>واستسقي القاضي بالناس، وبكي الناس عند القبر وتشفعوا بصاحبه</u>**. فأرسل اللہ تعالي السماء بماء عظيم غزير، أقام الناس من أجله بخرتنک سبعة أيام أو نحوها لا يستطيع أحد الوصول إلي سمرقند من کثرة المطر وغزارته، وبين خرتنک وسمرقند نحو ثلاثة أميال "مفہوم گزر چکا۔

(سیر أعلام النبلاء، جلد 12، صفحہ 469، مؤسسۃ الرسالۃ)

(7) حضرت حسن بن ابراہیم حنبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں امام موسیٰ بن جعفر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے مزار پر حاضر ہو کر آپ کا وسیلہ پیش کرتا، تو میری مشکلات آسان ہو جاتی تھیں، چنانچہ تاریخ بغداد میں ہے: "ما همني أمر فقصدت قبر مُوسَى بُن جعفر فتوسلت به إلا سهل اللہ تعالي لي ما أحب "مفہوم گزر چکا۔

(تاریخ بغداد، مقدمۃ المصنف، جلد 1، صفحہ 133، مطبوعہ بیروت)

(8) ایک عورت نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی، لیکن قریب میں موجود حضرت ابو بکر شہرزوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی قبر کی زیارت نہ کی، تو نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر فرمایا کہ تم نے ان کے مزار کی زیارت کیوں نہ کی؟، لہٰذا وہ مدینہ منورہ سے سفر کر کے دوبارہ ان بزرگوں کے مزار پر حاضری کے لیے گئی، چنانچہ امام ابن عساکر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ لکھتے ہیں: "سمعت والدي أبا محمد الحسن بن هبة اللہ يحكي أنه خرج ذات يوم لزيارة قبر بلال رضي الله عنه فوجد امرأة أعجمية وهي تبكي عند قبره، فقال البعض: من يحسن بالفارسية، سلها عن سبب بكائها، فقالت: قبر من هذا الذي إلي جنب قبر بلال؟ فقلت: هذا قبر أبي بكر الشهرزوري، وهذا قبر أبيه أبي إسحاق، أحدهما بين يديه والآخر خلفه، فقالت: كيف قد زرت قبر بلال مرة ثم خرجت إلي رسول اللہ صلي الله عليه وآله وسلم وجاورت بها فرأيت النبي صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم في النوم، وهو يقول لي: زرت قبر بلال وما زرت جاره؟ فرجعت من المدينة لزيارته أو كما قال "مفہوم گزر چکا۔

(تاریخ مدینۃ دمشق، جلد 54، صفحہ 226، مطبوعہ دار الفکر)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی قبروں کی زیارت ایک بابرکت عمل اور محبوبِ خدا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو بھی محبوب ہے اور جو عمل حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہو، وہ رب العالمین کی بارگاہ میں بھی محبوب ہوتا ہے۔ قبورِ صالحین کی زیارت کا عمل نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے زائرہ خاتون کو زیارت ترک کرنے پر تنبیہ فرمائی۔

حرفِ آخر: ہم نے اختصار کے پیشِ نظر چند واقعات بطورِ نمونہ ذکر کیے ہیں، اگر کتبِ سیر، تواریخ اور اسماء الرجال کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے، تو بیسیوں ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جن میں ائمۂ دین کا معمول بتایا گیا ہے کہ وہ اکابر صالحین کی قبور کی زیارت کے لئے جاتے اور وہاں جا کر دعائیں کیا کرتے تھے، یہ تمام حضرات دنیا بھر میں توحید کا پیغام عام کرنے والے اور ہم سے کہیں زیادہ قرآن و سنت کی تعلیمات کو سمجھنے والے تھے، لیکن کسی نے بھی اس عمل کو خلافِ شرع قرار نہیں دیا اور نہ ہی یہ کہا کہ جب اللہ ہر جگہ سے سنتا ہے، تو اتنا سفر کر کے مزار پر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا اس عمل کو ناجائز، ممنوع یا توحید کے منافی قرار دینا، دین سے ناواقفیت اور اسلاف دشمنی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اللہ کریم ہمیں حق سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واللہ اعلم عزوجل **و رسولہ اعلم** صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبـــــــــــــــــــہ

مفتی محمد قاسم عطاری

13 صفر المظفر 1448ھ/28 جولائی 2026ء

نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ www.fatwaqa.com کے ذریعے کی جاسکتی ہے